Volume 03, Issue 03,
July-September 2025
PP: 96-107
Open Access on:
www.alimanjournal.com

الایمان AL-IMAN Research Journal
P-ISSN: 3006-1261 E-ISSN: 3006-127X

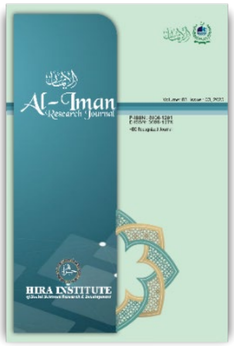

تعلیمی اداروں کی ٹیکنالوجی سے متعلق معاشرہ اور افرادِ معاشرہ کی راہنمائی: قرآن وسنت کی روشنی میں

Guidance for Educational Institutions and Members of Society Regarding Technology: In the Light of the Qur'ān and Sunnah

Naimat Ullah Khan[1]*, Najeeb Ullah Khan[2], Junaid Khan[3]

Article History

Received
16-08-2025

Accepted
22-09-2025

Published
30-09-2025

Indexing

ICI WORLD of JOURNALS
ASIAN Research Index
Signatory of DORA
اشاریہ اردو جرائد
ACADEMIA
Google Scholar
EuroPub

Abstract

The process of education and learning remains a continuous and dynamic phenomenon throughout human life, occurring both consciously and unconsciously, and enabling individuals to acquire new competencies over time. In the contemporary era, technology particularly the widespread use of mobile phones has significantly influenced all spheres of life, playing a central role in education, healthcare, agriculture, and socio-economic development. Acknowledging these realities, both traditional religious seminaries and modern educational institutions are increasingly integrating contemporary sciences and technological knowledge into their curricula, with the objective of preparing students to effectively balance religious values with the demands of the modern world. The Qur'an and Sunnah emphasize research, inquiry, and the pursuit of beneficial knowledge, thereby underscoring the necessity of adapting pedagogical methods in accordance with changing circumstances. Within this framework, the roles of parents, teachers, and society at large become critical in guiding the younger generation toward moral discernment and fostering a constructive engagement with technology. Through such collective and coordinated efforts, it becomes possible to cultivate a generation that not only safeguards Islamic values but also excels in scientific and technical competencies, thereby contributing to societal progress, stability, and sustainable development.

Keywords:

Pedagogical Methods, Qur'an and Sunnah, Social Media, Societal Development, Moral Values.

[1]*PhD Scholar, Department of Qur'ānic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.* naimatmphil@gmail.com ****Corresponding Author***
[2]*Lecturer, The University of Faisalabad.* najeebkhan15038@gmail.com
[3]*MPhil Scholar, The University of Faisalabad.* junaidbloch44@gmail.com

All Rights Reserved © 2025 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

HIRA INSTITUTE of Social Sciences Research & Development
ROAD DIRECTORY OF OPEN ACCESS SCHOLARLY RESOURCES
OPEN ACCESS

تعارف:

ایک فرد کی زندگی میں درس و تدریس کا سلسلہ ہر لمحہ جاری و ساری رہتا ہے۔ اگر کوئی فرد کچھ سیکھنا ہی نہیں چاہتا تو بھی خود بخود اس کی زندگی میں ایسے لمحات آتے ہیں کہ اسے اُن کاموں میں مہارت آنی شروع ہو جاتی ہے۔ اگر عصرِ حاضر میں ٹیکنالوجی کو دیکھیں تو اس کی عام صورت موبائل فون کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔ پڑھا لکھا فرد، ان پڑھ، بچہ، بڑا، مرد اور عورت چاہے کوئی بھی ہو وہ موبائل فون کا استعمال جانتا ہے۔ ٹیکنالوجی کو لے کر تعلیمی ادارے افرادِ معاشرہ کی راہنمائی کر رہے ہیں کہ وہ کس طرح سے اس کا مثبت استعمال کر سکتے ہیں۔ دینی مدارس جو دین اسلام کی تعلیمات کے فروغ میں کوشاں ہیں وہ بھی ٹیکنالوجی کو استعمال کر کے بچوں کو دینی علوم کے ساتھ ساتھ ٹیکنالوجی سے متعارف کروا رہے ہیں۔ اگر عصری تعلیمی داروں کی بات کی جائے تو اس میں سرکاری اور نجی دونوں قسم کے تعلیمی ادارے پہلی کلاس سے لے کر جامعات کی سطح تک بچوں کو کمپیوٹر سے واقفیت لازمی تعلیم کے طور پر دیتے ہیں۔ والدین اور اساتذہ بچوں کو جدید دنیا کے تقاضوں سے مطابقت رکھنے والی مہارتوں اور اُن کے استعمال سے واقفیت دلا رہے ہیں۔ یہ وہ مہارتیں ہیں جو بچوں کو اُن کی زندگی آسان بنانے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔

1۔ جدید تعلیم کی اہمیت:

تعلیم کا انسان کے ساتھ ابتداء سے ہی ایسا تعلق ہے کہ اس نے انسان کے وجود کو ہمیشہ عزت اور توانائی بخشی ہے۔ جو علم نہیں رکھتا اس کا کوئی وجود نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کا ارادہ کیا تو ساتھ ہی فرشتوں نے اللہ سے فریاد کی کہ ہم عبادت کے لیے کافی ہیں انسان کا وجود تو فساد برپا کرے گا لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنایا اور افضلیت بھی دی۔ اس افضلیت کی بنیاد ہی قرآن مجید پر تھی، جسے فرشتوں نے قبول کیا سوائے ایک جس نے تکبر کیا، منہ کی کھائی اور ابلیس و شیطان جیسے القابات حاصل کیے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو علم کی وجہ سے جو فضیلت دی گئی اسے قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے:

قَالَ يَآ اٰدَمُ اَنْبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّآ اَنْبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ[1]

اللہ تعالیٰ کے حکم سے آدم علیہ السلام نے فرشتوں کی موجودگی میں وہ نام بتادیئے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھائے تھے۔ یہ علم ہی تھا جو اللہ نے آپ کو دیا تھا اور آپ کو تمام فرشتوں پر برتری حاصل ہوئی تھی۔ یہ نام کائنات میں موجود علامتوں اور شناختوں کے نمائندہ بھی ہو سکتے ہیں۔ وہ علوم جو اس کائنات کے رازوں میں پوشیدہ ہیں ان تمام کو آدم علیہ السلام کے ذہن میں رکھ دیا گیا جو نسل انسانی کی بڑھوتری کے ساتھ ساتھ مختلف دماغوں میں تقسیم ہوتے گئے۔ جدید علوم اور مہارتوں کی دریافتیں ہوئی ہیں وہ اللہ کی طرف سے عطاء کردہ ہیں۔ یہ سب علوم اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کی پیدائش کے ساتھ ہی دماغ کا حصہ بن گئے اور وقت کے ساتھ ساتھ ظاہر ہونے لگے۔ موجودہ دور ترقیوں کا دور ہے اور اس میں ٹیکنالوجی کی وجہ سے علوم اور رجحانات میں بہت زیادہ حد تک تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ تعلیم نام ہی جستجو کا ہے جس میں علم کا متلاشی اپنی پیاس بجھانے کے لیے نئے سے نئے علوم حاصل کرتا ہے۔ ان علوم میں مہارتیں حاصل کرنے کے بعد دوسروں کی راہنمائی کرتا ہے۔ تحقیق و جستجو کی اجازت قرآن دیتا ہے اور اہلِ ایمان کو مخاطب کرتے ہوئے تحقیق و جستجو کے لیے اُبھارتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوٓا اٰيَاتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُو الْاَلْبَابِ[2]

فرمان باری تعالیٰ ہے کہ یہ مقدس کتاب جس کا نزول امتِ محمدیہ ﷺ پر ہوا ہے ان کے لیے ضروری ہے کہ اس کتاب کی آیات کو پڑھیں، سمجھیں اور ان پر غور کریں۔ اگر ان آیات کو پڑھا اور سمجھا جائے گا تو ہی نئی ایجادات سامنے آئیں گی۔ قرآن مجید ایسی کتاب ہے جس میں بہت سے علوم پوشیدہ ہیں۔ اُن علوم کے بارے میں جاننے کے لیے اِس کتاب کا گہرائی سے مطالعہ کرنا ضروری ہے جس کے بعد ہی پوشیدہ علوم

کا اظہار ممکن ہو گا۔ امت مسلمہ اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک وہ وقت کی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ خود کو تبدیل نہ کرے، اسی لیے تعلیمی ادارے موجودہ دور کی ضروریات کو مدِ نظر رکھ کر معاشرے کی راہنمائی میں مصروف ہیں۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اس بات کو ماننے سے انکار کرتے ہیں کہ ٹیکنالوجی اور جدید علوم اسلام اور اسلامی تعلیمات کے موافق نہیں۔ وہ ان علوم سے دور رہنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ خود کو وہ مسلمان کہلاتے ہیں جبکہ ان کی فکر اسلامی تعلیمات کے خلاف ہوتی ہے۔ دین اسلام اپنے ماننے والوں کو ہر لمحہ وقت کے ساتھ چلنے کا کہتا ہے۔ آپ ﷺ پر وحی کے نزول کے ساتھ ہی علم کے حصول کی ہدایت کی گئی تھی تاکہ آپ ﷺ کے امتی علم حاصل کر کے معاشرہ میں دیگر مذاہب سے برتر ہوں۔ جدید علوم کے حصول کی مناسبت سے مولانا محمد شہاب الدین ندوی لکھتے ہیں:

> اسلام اصلاً دین وشریعت کا مجموعہ ہے۔ زمانوں کے تقاضوں کے اعتبار سے وہ عصری علوم وفنون سے اخذ واستفادہ کرنے کی بھی دعوت دیتا ہے تاکہ ان کے پیرو دین و دنیا دونوں کی سعادتوں سے متمتع ہو کر اقوامِ عالم کی امامت کا منصب و کردار بھی بخوبی ادا کر سکیں۔ نیز وہ دنیائے انسانیت کو خیر وشر کے صحیح اسلامی فلسفے سے روشناس کروا سکیں۔[3]

انسان کو علم اور کائنات میں موجود چھپے ہوئے رازوں کی کھوج سے متعلق بار بار خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ علم حاصل کرو اور نئی چیزیں دریافت کرو۔ انسانوں نے بھی خدا تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کی اور علم کی جستجو میں لگ گئے۔ اساتذہ نے تعلیمی اداروں میں بیٹھ کر ایسے تلامذہ تیار کیے ہیں جو وقت کی مناسبت سے اور حاصل شدہ علم کو استعمال میں لا کر نئی دریافتیں کرنے لگ گئے ہیں۔ اس عمل میں مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم بھی سرگرم ہیں۔ مسلمان جیسے قرآن وسنت کی مدد سے زندگی میں راہنمائی لیتے ہیں اسی طرح غیر مسلم بھی بوقت ضرورت دینی علوم سے استفادہ کرتے ہیں۔

مسلم معاشرے تعلیمی اداروں میں موجود ماہرین کی وساطت سے جدید علوم سے واقفیت حاصل کر رہے ہیں اور ان سے فائدہ بھی اُٹھا رہے ہیں۔ والدین اپنے بچوں کو دینی علوم کے ساتھ دنیاوی علوم کی طرف بھی دلچسپی دلوائیں تاکہ وہ دین و دنیا میں کامیاب ہو سکیں۔ دینی اور عصری تعلیمی اداروں میں اساتذہ وقت کی ضرورت سمجھتے ہوئے بچوں کو جدید علوم اور ٹیکنالوجی سے متعارف کروا رہے ہیں۔ تعلیمی ادارے معاشرے کو ماہرین مہیا کرنے کے درپے ہیں تاکہ معاشرہ ان ماہرین سے فائدہ حاصل کر سکے اور قوم وملت جدیدیت میں کسی سے پیچھے نہ رہے۔ اسلام جدید علوم کے مخالف نہیں بلکہ ان علوم کی بنیادیں فراہم کرتا ہے۔

2۔ ٹیکنالوجی اور معاشرتی تبدیلیاں:

معاشرہ وقت اور حالات کے ساتھ ساتھ اپنے اندر تبدیلیاں لاتا ہے لیکن اس میں تبدیلی لانے میں سب سے اہم کردار افرادِ معاشرہ ادا کرتے ہیں۔ اگر افرادِ معاشرہ خود کو جدید دنیا کے ساتھ منسلک کر کے آگے بڑھنا چاہتے ہوں تو ان کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ اپنے معاشرے میں وہ تمام تبدیلیاں لائیں جو انہیں جدید دنیا کے ساتھ چلا سکیں۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو گا تو اس کے نتیجہ میں معاشرہ اور افرادِ معاشرہ دنیا کی دوڑ میں پیچھے رہ جائیں گے۔ موجودہ دور میں معاشرتی تبدیلیوں کا وقوع پذیر ہونا وقت کی ضرورت ہے جس کے بغیر معاشرہ کی ترقی ممکن نہیں ہے۔ اس کائنات میں موجود ہر نئی تخلیق کردہ چیز اس بات کی شاہد ہے کہ سائنس دانوں نے جب بھی کلام الٰہی اور کائنات دونوں کو دیکھا تو ان کے ذہنوں میں نئی چیزوں کی تخلیق کا ارادہ بنا۔ جب انہیں اس کائنات میں موجود معاشروں کی ضرورت کے لیے نئی ایجادات کی تخلیق کرنے کی سوجھی تو انہوں نے اسلامی تعلیمات کو بنیاد بنایا اور کامیابیاں حاصل کرتے رہے۔ جو بھی نئی تخلیق ہوتی ہے اس سے معاشروں میں تبدیلیاں ہوتی ہیں اور ان کا معاشروں پر اثر نظر آتا ہے۔

تبدیلی ایک ایسا عمل ہے جو رکتا نہیں بلکہ یہ عمل مسلسل چلتا رہتا ہے۔اس میں اگر افرادِ معاشرہ نہ بھی چاہیں تو بھی اس میں ایسے عوامل ہوتے ہیں جو ان تبدیلیوں کو متحرک رکھتے ہیں۔معاشروں میں تبدیلی لانے والے کچھ عوامل ایسے ہوتے ہیں جو خود بخود ہی افرادِ معاشرہ کو تبدیلیوں پر مجبور کرتے ہیں جیسے کہ خاندانی نظام میں تبدیلیاں، سائنسی تبدیلیاں، رابطوں کے ذرائع میں تبدیلیاں، تعلیمی تبدیلیاں، معاشرتی اقدار کی تبدیلیاں اور دینی رویوں کی تبدیلیاں شامل ہیں۔اگر سائنس و ٹیکنالوجی کی تبدیلیوں کو سامنے رکھا جائے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان تبدیلیوں کو بیان کیا ہے۔اسلامی تعلیمات اور جدید سائنس دونوں کے بغیر افرادِ معاشرہ ترقی نہیں کرسکتے کیوں کہ یہ ایک ہی سکہ کے دو رُخ ہیں۔سائنس و ٹیکنالوجی نے انسانی عقائد، طور طریقوں اور علوم پر بہت زیادہ اثرات مرتب کیے ہیں ۔ ٹیکنالوجی اور قرآن کا باہمی تعلق ہے جو کہ بہت مضبوط ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَه يَشْرَحْ صَدْرَه لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّه يَجْعَلْ صَدْرَه ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ[4]

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بیان کیا تھا کہ جب انسان بلندیوں کا سفر کرتا ہے تو اس کا سینہ تنگ کردیا جاتا ہے جس سے اسے سانس لینے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب سائنس نے ترقی کی اور بلندیوں کا سفر کیا تو اس سے انہیں یہ معلوم ہوا کہ واقعی قرآن مجید میں درست فرمایا گیا کہ انسان جب فضا میں ہوتا ہے تو اسے سانس لینے میں تنگی ہوتی ہے۔اسی طرح اسلامی معاشرے اپنے اندر سائنسی تبدیلیاں لائیں کیونکہ ان کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔اگر اسلامی معاشرے اس کوشش میں ہوں کہ وہ اُن تبدیلیوں کو قبول نہیں کریں گے تو یہ مسلمانوں اور دین اسلام کے زوال کی علامت بن جائے گا۔

معاشرے کی تبدیلی میں جو عوامل کارفرما ہیں خصوصاً ٹیکنالوجی جس کے فوائد اور نقصانات دونوں اثرانداز ہورہے ہیں۔اس کے لیے افرادِ معاشرہ اور والدین دونوں کو چاہیے کہ وہ بچوں اور اُن افراد پر نظر رکھیں جو ٹیکنالوجی کا غلط استعمال کررہے ہیں۔اس کے ساتھ جو افراد اس کا صحیح استعمال کرتے ہیں ان کی حوصلہ افزائی کریں تاکہ اچھائی پھیلے اور برائی رک سکے۔ ٹیکنالوجی اور معاشرتی تبدیلی میں بگاڑ کے حوالے سے جمشید عالم لکھتے ہیں:

> انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا پر پیش کیے جانے والے فحش مناظر انفرادی خرابی کے ساتھ ساتھ معاشرے میں بگاڑ کا سبب بن رہے ہیں، اس کی وجہ سے معاشرہ درہم برہم ہو جاتا ہے اور کم سن بچوں میں ابتداء ہی سے اخلاقی گراوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔[5]

عصری اور دینی تعلیمی ادارے معاشرتی تبدیلیوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بچوں کو ایسی برائیوں سے بچانے کے لیے اقدامات کریں جس سے معاشرہ برائیوں سے بچ سکے۔اس معاملہ میں افرادِ معاشرہ، والدین اور اساتذہ مل کر بچوں کو سیدھے رستے پہ لاسکتے ہیں۔گھر میں والدین بچوں کی راہنمائی کرسکتے ہیں اور گھر سے باہر جب بچے نکلیں تو افرادِ معاشرہ ان کی راہنمائی ہر اس معاملہ میں کریں جس میں انہیں لگے کہ بچے سیدھے رستے سے بھٹک رہے ہیں۔اس کے ساتھ عصری تعلیمی ادارے اور مدارس میں اساتذہ بچوں کی تربیت کریں۔سکول، کالج اور جامعات میں استاد بچوں کو ٹیکنالوجی کے عملی استعمال سے متعلق بہتر راہنمائی کرسکتے ہیں اور مدارس میں بچوں کو اسلامی نقطہ نظر سے بہترین راہنمائی خود ہی میسر ہوتی ہے۔اس لیے معاشرتی تبدیلیوں کو مثبت انداز میں آگے بڑھانے کے لیے نیکی اور بدی میں فرق کے ساتھ ساتھ دینی و دنیاوی فائدہ و نقصان کو مدِ نظر رکھا جائے تو ہی تبدیلیوں کا فائدہ حاصل ہوگا۔

3۔ تعلیمی اداروں کا نصاب اور وقت کی تبدیلی:

دینی اور عصری تعلیمی ادارے بچوں کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہیں لیکن اُن کے نصاب میں بہت زیادہ فرق ہے۔ عصری تعلیمی ادارے ایسے افراد تیار کرتے ہیں جو دنیاوی معاملات میں آگے بڑھنے میں کارآمد ثابت ہوتے ہیں جبکہ دینی مدارس ایسے افراد تیار کرتے ہیں جو دینی معاملات میں لوگوں کو درپیش مسائل سے چھٹکارا دینے میں مفید ثابت ہوتے ہیں۔ اسلامی ممالک دونوں کا ایسا گروہ معاشرہ کو فراہم کرتے ہیں جو انہیں دین و دنیا میں راہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

دینی مدارس میں نصاب کا زیادہ حصہ نقلی علوم پر اور عصری تعلیمی اداروں کا نصاب عقلی علوم پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ دونوں قسم کے تعلیمی ادارے اپنے حساب سے دینی و دنیاوی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے ماہرین فراہم کرتے ہیں تاکہ معاشرہ کسی بھی طرح کے علوم کے معاملہ میں کسی کا محتاج نہ ہو۔ دینی مدارس کے علوم ایسے ہوتے ہیں جو کبھی قدامت کا شکار نہیں ہوتے اور ان کی ضرورت ہر دور میں رہتی ہے۔ مسلمان ان علوم کو فقط دینی بقاء کو سلامت رکھنے کے لیے سیکھتے ہیں۔ وہ علوم جو مدارس میں پڑھائے جاتے ہیں ان کی بنیاد قرآن و حدیث کے ساتھ اسلامی قانون کی تعلیم ہے اور انہی کی بنیاد پر سب علوم ہیں۔ اسلامی تعلیم کی ضرورت و اہمیت کے حوالہ سے ابوالحسن علی ندوی بیان کرتے ہیں:

> اگر کسی ملک میں دین تسلسل کے ساتھ اور پائیدار طریقہ پر باقی رہ سکتا ہے تو وہ دینی تعلیم سے ہی باقی رہ سکتا ہے ورنہ دیکھنے والوں نے اس کا مشاہدہ کیا ہے، پڑھنے والوں نے اس کا مطالعہ کیا ہے کہ جن ملکوں میں، جن علاقوں میں دینی تعلیم کا سلسلہ بند ہو گیا وہاں دین اسلام بالکل ختم ہو گیا۔ [6]

اسلام کی بقاء کے لیے ہر دور میں علماء کرام اس کوشش میں رہے کہ ایسے افراد تیار کریں جو آنے والی نسلوں تک اسلامی تعلیمات پہنچا سکیں۔ ان کا مقصدِ زندگی ہی دین کی ساکھ کو مضبوطی سے قائم رکھنا ہے اگر ایسا نہ ہو تو آہستہ آہستہ دین اسلام کا وجود خطرے میں پڑ سکتا ہے۔ موجودہ دور میں بھی ایسے فتنے موجود ہیں جو اس بات کے خواہش مند ہیں کہ کسی نہ کسی طرح دین اسلام کا خاتمہ ہو اور بُرائیوں کا دور شروع ہو جائے۔ مدارس میں جدید علوم اور ٹیکنالوجی سے واقفیت دلانے کے لیے کوشش جاری ہے اور دینی علوم کے ساتھ ساتھ جدید علوم سے بھی روشناس کرایا جا رہا ہے۔ اس کا مقصد علماء کو جدید دنیا کے ساتھ رابطے میں رکھنا ہے تاکہ وہ دینی علوم کے حصول اور جدید علوم سے ناواقفیت کی وجہ سے تذلیل کا شکار نہ ہوں۔

تعلیمی ادارے ذہنی استعداد کے مطابق نصاب بناتے ہیں جہاں ہر طرح کے طلباء کے ذہنوں کو مدِ نظر رکھ کر نصاب تجویز کیا جاتا ہے۔ تعلیمی اداروں میں موجود ایسا نظامِ تعلیم ہے جو ہر طرح کے بچے آسانی سے حاصل کر سکتے ہیں سوائے ان بچوں کے جو انتہائی کند ذہن ہوتے ہیں۔ موجودہ دور میں تعلیمی اداروں کے اندر جدید ٹیکنالوجی کو مدِ نظر رکھ کر کمپیوٹر کی تعلیم بھی دی جا رہی ہے تاکہ بچے جدید دنیا کے ساتھ چل سکیں۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً ماہرین تعلیمی اداروں کے سربراہان اور حکومتی سطح پر نصابی کمیٹی کے سربراہان کو نصاب سے متعلق تجاویز دیتے رہتے ہیں۔ نصاب کی تجاویز اور مغرب کے ساتھ موازنہ کر کے ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

> علوم میں ترقی، حالات کی تبدیلی اور ماحول کا تغیر، قومی و ملی تقاضے اور گردو پیش کے سیاسی اور معاشی حالات کا جائزہ داخل نصاب نہ ہو تو وہ نصابِ تعلیم نہیں کہلاتا۔ تعلیم کو حالات و ماحول سے متعلق رہنا کتنا ضروری ہے اس کا احساس مغربی ماہرین تعلیم میں شدید ہے اور مغرب میں تعلیمی تبدیلیاں آئے روز ہوتی رہتی ہیں۔ نئے علوم متعارف کروائے جاتے ہیں لیکن تیسری دنیا کے لوگ ذہنی طور پر مفتوح اور مفلوج ہونے کی وجہ سے محض نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔ [7]

نسلِ نو کو جدید علوم اور ٹیکنالوجی سے واقفیت دلانے کے لیے از حد ضروری ہے کہ نصاب میں ترمیم وقت کے ساتھ ساتھ کی جائے۔جب بھی ٹیکنالوجی یا نئے علوم متعارف ہوں تو انہیں سامنے رکھ کر بچوں کے لیے مفید معلومات پر مبنی نصاب کو تعلیمی اداروں کا حصہ بنایا جائے تاکہ بچے وقت کی دوڑ کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو جائیں۔ ہر معاشرہ اور اس کے افراد الگ مزاج کے ہوتے ہیں اس لیے اسلامی ملک کے باشندے ہونے کے ناطے نصاب بھی اس طرح کا مہیا ہونا چاہیے جو جدیدیت کے ساتھ ساتھ اسلامی نقطہ نظر سے بھی درست ہو۔ اگر نصاب دینی اور دنیاوی معاملات کو پورا کرے گا تو اس کا فائدہ نقصان کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔

عصری تعلیمی ادارے اور دینی مدارس جو دینی اور عصری تعلیم میں ماہرین پیدا کر رہے ہیں جو کہ معاشرہ کو فائدہ پہنچانے میں سرگرم ہیں ۔یہی تعلیمی ادارے موجودہ دور میں اپنے نصاب میں ٹیکنالوجی کو شامل کر کے ایسے افراد تیار کرتے ہیں جو جدید دنیا کے ساتھ بھی چل سکتے ہیں۔ اگر ایک فرد دینی علوم میں مہارت رکھتا ہے جن میں قرآن، حدیث، فقہ اور تاریخ جیسے مضامین شامل ہیں تو انہیں جدید دور میں ٹیکنالوجی کی وجہ سے یہ معلومات بھی دی گئی ہیں کہ وہ کمپیوٹر اور موبائل پر انٹرنیٹ کے ذریعہ سے کیسے بنیادی کتب تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی طرح عصری تعلیمی ادارے بھی بچوں کو کچھ عرصہ قبل جو کتب مہیا نہیں تھیں انہیں اب جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے فراہم کی گئی ہیں۔

4۔ اساتذہ کی تربیت اور ٹیکنالوجی:

استاد کسی بھی علم کو سب سے پہلے خود سمجھتا ہے اور اس کے بعد طالب علم کو سمجھاتا ہے۔ اگر اس میں کسی قسم کی کمی بیشی کرنی ہو جو طلباء کے لیے فائدہ مند نہیں ہوتی تو اس کی وضاحت کر دیتا ہے اور پھر آسان طریقے سے بچوں کے ذہن میں نقش کرتا ہے۔ اساتذہ کو اسلامی معاشرے میں سب سے اعلیٰ مقام حاصل ہوتا ہے اور اسی وجہ سے انہیں ہر جگہ عزت و اکرام سے نوازا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے علماء کو انبیاء کا وارث کہا ہے۔ یہی وہ شخصیت ہوتی ہے جو کسی بھی فرد کی شخصیت کو نکھار کر معاشرے میں اعلیٰ مقام دلواتی ہے۔ معلم کو دین اسلام نے ہر فرد سے متعلق احکامات دیئے ہیں کہ وہ ان کے ساتھ کیسا رویہ رکھے خصوصاً جب کوئی علم کے حصول کے لیے ان کے پاس حاضر ہو۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں ہماری راہنمائی کرتی ہے۔ حدیث مبارکہ میں بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ علم کے حصول کے لیے آنے والوں کو خوش آمدید کیسے کرتے تھے:

> مَرْحَبًا بِالْوَفْدِ الَّذِينَ جَاءُوا غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامَى"فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا حَيٌّ مِنْ رَبِيعَةَ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مُضَرُ، وَإِنَّا لَا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ، فَمُرْنَا بِأَمْرٍ فَصْلٍ نَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ وَنَدْعُو بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا فَقَالَ:" أَرْبَعٌ وَأَرْبَعٌ: أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَصُومُوا رَمَضَانَ وَأَعْطُوا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ، وَلَا تَشْرَبُوا فِي الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيرِ وَالْمُزَفَّتِ[8]

حدیث مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ ایک وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے انہیں بغیر کسی کے کراہت کے خوش آمدید کہا۔ انہوں نے اپنا تعارف کروانے کے بعد راستے کی مشکلات اور دیر سے پہنچنے کی وجوہات بیان کیں۔ اس کے بعد آنے کا مقصد بیان کیا کہ ہمیں وہ باتیں بتائیں جن پر عمل کر کے ہم جنت میں داخل ہو جائیں اور جن لوگوں کو پیچھے چھوڑ آئے ہیں وہ بھی فلاح پا جائیں۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں چار چیزوں کا بتایا جن میں نماز، زکوٰۃ، رمضان کے روزے اور غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال کو دینے کا حکم دیا۔ اس کے بعد یہ نصیحت کی کہ حنتم، دباء اور مزفت میں کچھ نہ پیو بلکہ مشکیزے کے استعمال کا حکم دیا گیا ہے۔ اس فرمان نبوی ﷺ سے معلم کو راہنمائی فراہم کی جارہی ہے کہ حصولِ علم کے لیے آنے والوں کی کس طرح راہنمائی کی جائے کہ وہ علم حاصل کرنے میں دلچسپی لیں نہ کہ دل برداشتہ ہو کر بھاگ جائیں۔

جدید ٹیکنالوجی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اساتذہ کو جدید دور کے تقاضے پورے کرنے کے لیے باقاعدہ تربیت دے کر اداروں کا حصہ بنایا جا رہا ہے۔ اس کے باوجود جدید علوم میں مسلمان ماہرین انتہائی کم ہیں۔ موجودہ دور ٹیکنالوجی کا ہے اور اس کے بغیر کسی بھی فرد کا گزارہ ممکن نہیں

ہے۔ تعلیمی اداروں خواہ ان کا تعلق دینی مدارس سے ہے یا عصری تعلیمی اداروں سے، ان کے اساتذہ اور ادارے کے سربراہان کو ایسے اقدامات کرنے چاہئیں جن سے طلباء جدید دور کے تقاضوں کو پورا کر سکیں۔ جن اساتذہ کو تربیت دے کر اداروں کا حصہ بنایا گیا ہے انہیں چاہیے کہ وہ طلباء پر محنت کریں تاکہ وہ ٹیکنالوجی پر عبور حاصل کر کے قوم وملت کی خدمت کر سکیں۔ اس وقت تعلیمی اداروں میں ماہرین موجود ہیں لیکن وہ مزید ماہرین پیدا کرنے سے قاصر ہیں چاہے وہ زندگی کا جو بھی شعبہ ہو۔ اسی بات کو خرم جاہ مرادیوں بیان کرتے ہیں:

> موجودہ دور میں کسی فن میں مسلمان سکالر کا رسالہ یا کتاب مشکل سے ملے گی جس کو لوگ اس لیے دیکھیں کہ اس میں کوئی نئے انکشافات ہوں گے، نئ تحقیقات ہوں گی یا نئے تخلیقی خیالات پیش کیے ہوں گے۔ ممکن ہے اس میں کچھ حصہ تعصب کا بھی ہو لیکن نتیجہ علمی کم مائیگی کا ہے۔ ہمارے پاس ہزاروں گریجویٹ، ایم فل اور پی ایچ ڈی اساتذہ ہیں لیکن علمی کام کی مقدار انتہائی کم ہے۔[9]

مسلمان جو دنیا کے نزدیک علم کا گہوارہ ہوتے تھے اب علمی مقابلہ میں ان سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں جس کی وجہ تن آسانی ہے۔ اگر آنے والی نسل کو زمانے کے ساتھ چلانا چاہتے ہیں تو اپنی سوچ اور علم کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا پڑے گا کیونکہ اس کے بغیر ترقی ممکن نہ ہے۔ جو والدین گھر میں بچوں کو ٹیکنالوجی سے متعلق علم دے سکتے ہیں وہ ان پر فارغ اوقات میں توجہ دیں اور ٹیکنالوجی سے متعارف کروائیں کیونکہ سب سے پہلی درسگاہ ہی گھر ہے۔ گھر سے نکل کر بچے جب تعلیمی ادارے میں قدم رکھیں گے تو وہاں اساتذہ کی ذمہ داری شروع ہو جاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ معاشرہ سب سے اہم عنصر ہے جو بچوں کی تربیت میں گھر اور تعلیمی ادارے کی طرح کردار ادا کرتا ہے۔

جدید علوم سے استفادہ کر کے ان علوم کی ترویج کرنا اساتذہ کی اہم ذمہ داری ہے۔ اگر استاد ان اہم مضامین میں عبور حاصل کر کے بچوں کو سمجھائے گا تو اس سے ان بچوں کی زندگی تبدیل ہو سکتی ہے۔ اس لیے مدارس اور عصری تعلیمی اداروں کے اساتذہ ٹیکنالوجی سے متعلق صرف علوم سیکھنے پر اکتفاء نہ کریں بلکہ اُن میں مہارتیں حاصل کر کے بچوں کی تربیت کریں۔ اس کا فائدہ تعلیمی اداروں کے ساتھ ساتھ معاشرہ کو ہو گا کیونکہ اس میں ماہرین آباد ہوں گے جو عصری تقاضوں کو پورا کر کے معاشرہ کو ترقی کی راہ پر چلا سکیں گے۔ اسلامی معاشرہ اگر جدید علوم میں مہارت رکھنے والے افراد پر مشتمل ہو گا تو اس کا فائدہ جہاں معاشرہ کو ہو گا وہیں دین اسلام کو بھی ایک نئی روح ملے گی۔ اساتذہ کی ترقی اور بچوں کی جدید پیشہ ورانہ مہارتیں استاد اور بچوں کی حوصلہ افزائی اور ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

5۔ خیر وشر سے واقفیت:

اللہ تعالیٰ نے انسان کے سامنے دو راستے رکھے ہیں ایک خیر کا اور دوسرا شر کا ہے۔ بچہ جب اس قابل ہو جاتا ہے کہ چیزوں کی سوجھ بوجھ لے سکے تو اسے اچھے اور بُرے راستے سے واقفیت دینا والدین، اساتذہ اور معاشرہ تینوں کی برابر ذمہ داری ہے۔ سب سے پہلے والدین گھر میں بچوں کا اس وقت ذہن نیکی اور بدی کے فرق پہ لگائیں جب وہ کچھ سمجھنے کے قابل ہوتے ہیں۔ بچہ ابتدائی عمر میں جب والدین اور گھر میں موجود بہن بھائیوں کے ساتھ مانوس ہو رہا ہوتا ہے تو اسے غلط کام کرنے پر بتائیں کہ یہ غلط ہے دوبارہ اسے کرنے سے اجتناب کرے۔ اس کے برعکس اگر اچھا کام کرے تو حوصلہ افزائی کریں اور ویسا کام بار بار کرنے کی تلقین کریں۔ یہ ابتداء ہے جس سے بچہ سیکھتا ہے۔

جب ابتداء میں بچہ نیکی اور بدی کے بارے سیکھ جاتا ہے تو اُس کی وجہ سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ جیسے کہ بچہ اگر موبائل فون یا کمپیوٹر کے استعمال میں غلطی کرے گا تو ایک بار سمجھانے سے روکا جا سکتا ہے۔ اگر بچے کو نیکی اور بدی میں فرق کا پتا ہی نہ ہو گا تو اس سے بچہ تجسس لے گا کہ اگر اس کام سے روکا جا رہا ہے تو اس کی وجہ کیا ہے۔ وہ ایک بار اس چیز کو ضرور دیکھے گا جس سے روکا جا رہا ہوتا ہے۔ بچوں کی یہی عمر

ہوتی ہے جس میں وہ سیکھ رہے ہوتے ہیں اور ہر کام میں دلچسپی لیتے ہیں۔ مسلمان ہونے کے ناطے اور اسلامی معاشرہ کے فرد کی حیثیت سے والدین بچوں کو جو بھی نصیحت کریں اس کی بنیاد قرآن وسنت پر ہونی چاہیے، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یَهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَه سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ[10]

خدا تعالیٰ کے احکامات اچھائی اور فلاح پر مبنی ہوتے ہیں اور جو بھی ان پر عمل کرے گا وہ برائی سے نکل کر اچھائی میں آئے گا اور خدا تعالیٰ ہی انسانوں کو سیدھی راہ پر چلاتا ہے۔ والدین بچوں کے حق میں بھلائی کی دعاء کیا کریں۔ بچے کے دل میں بچپن ہی سے اس بات کا شوق پیدا کریں کہ وہ نیک کاموں کی طرف راغب ہو اور بُرے کاموں سے بچا رہے۔ اگر بچپن ہی سے سچائی، اخلاقیات اور ادب واحترام ان کی تربیت کا حصہ ہوں گے تو ہی وہ معاشرہ میں اپنی اور والدین کی نیک نامی کا باعث بنیں گے۔

تربیت کا اور خیر وشر کو پہچاننے کا مرحلہ گھر سے ہی مکمل ہوتا ہے۔ اگر اس میں کسی قسم کی کوئی کمی بیشی رہ جاتی ہے تو اسے اساتذہ اور افرادِ معاشرہ پورا کرتے ہیں۔ اساتذہ کسی حد تک مخلصی دکھاتے ہیں لیکن افرادِ معاشرہ اُن بچوں کی کمیوں کو پورا کرتے ہیں جن میں سوجھ بوجھ ہو کہ جو فرد انہیں کوئی بات سمجھا رہا ہے وہ اچھائی پر مبنی ہے یا بُرائی پر مبنی ہے۔ اگر بچہ اتنا شعور رکھتا ہو کہ وہ اچھائی اور بُرائی میں فرق سمجھ سکتا ہے تو ہی وہ اپنا اچھا اور بُرا جان سکے گا نہیں تو وہ غلطیوں اور بے وقوفیوں کی وجہ سے لوگوں کی باتوں میں ہی رہے گا۔ کچھ ایسے افراد بھی معاشرے کا حصہ ہوتے ہیں جو جھوٹ پھیلاتے ہیں اور بچوں کو مذاق میں اس کا عادی بنا دیتے ہیں۔ جھوٹ ہی تمام بُرائیوں کی جڑ کے طور پر کام کرتا ہے۔ جھوٹ کو رسول اللہ ﷺ نے منافق کی نشانیوں میں سے ایک نشانی بیان کیا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَّابًا[11]

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جھوٹ بُرائی کی طرف لے جاتا ہے اور بُرائی کی وجہ سے ہی فرد جہنم کا ایندھن بنتا ہے۔ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اللہ کے ہاں بندہ جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے اور یہ موقع تب آتا ہے جب انسان گناہوں سے توبہ نہیں کرتا اور مسلسل گناہوں میں لگا رہتا ہے۔ ان فرامین کی روشنی میں والدین بچوں کو گناہوں کے نقصانات سے واقفیت دلاتے ہوئے دور رہنے کی ہدایت کریں۔ اگر کوئی غلطی اُن سے سرزد ہو جاتی ہے تو توبہ کا رستہ دکھائیں تاکہ بچے اگر غلطی کریں تو نادم ہوں اور اللہ سے معافی مانگیں نہ کہ اس بُرائی کو پکڑ کر غلطیوں کو دہراتے رہیں۔ جب والدین اور اساتذہ کی تربیت اور مسلسل وعظ ونصیحت ہی ایسی ہو جس میں بُرائی پر ٹوکا جائے اور نیکی پر حوصلہ افزائی کی جائے تو بچے خود بخود ہی بُرائیوں سے دور ہو کر نیکیوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

والدین، اساتذہ اور معاشرہ کے بعد موجودہ دور میں تربیت کا اہم ذریعہ سوشل میڈیا ہے۔ جب بچے ٹیکنالوجی کا استعمال کرتے ہوئے سوشل میڈیا پر پروگرام اور ڈرامے دیکھتے ہیں تو انہیں نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بچوں کے کچھ پسندیدہ کردار جو کہ غیر مسلم ہوتے ہیں۔ ان کا رہنا سہنا، کھانا پینا اور بول چال سب کچھ اسلامی شعائر کے خلاف ہوتا ہے اور بچوں کے لیے خیر کی بجائے بُرائی اور دین اسلام سے دوری کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اس مرحلے میں بچوں کو ٹیکنالوجی کے استعمال میں والدین اور اساتذہ تربیت کرتے ہوئے سمجھاتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارا طریقہ کار ان سے مختلف ہے۔ والدین اور اساتذہ کی تربیت بچوں کے بنانے اور بگاڑنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اسی لیے والدین اور اساتذہ جب نیکی پر قولاً اور فعلاً عمل کریں گے تو بچے خود بخود ان کے نقشِ قدم پر ہوں گے اور برائیوں سے دور رہیں گے۔

6۔ ٹیکنالوجی اور تعلیمی وتربیتی سہولیات:

مہارتوں کا حصول اور ان کا استعمال موجودہ وقت کی ایک انتہائی اہم ضرورت ہے۔ اگر ٹیکنالوجی کو تعلیمی عنصر کے طور پر سامنے رکھا جائے تو اس وقت جو کردار ٹیکنالوجی ادا کر رہی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ تعلیمی ادارے ٹیکنالوجی کی مدد سے افراد کی تعلیم بہتر انداز میں کر رہے ہیں۔ ٹیکنالوجی کے ذریعہ تعلیمی معیار اور جدید تربیتی عوامل سے واقفیت ممکن ہوئی ہے۔ موجودہ دور میں انسان اگر معاشرے میں دوسرے لوگوں کے ساتھ چلنا چاہتا ہے اور اس کی یہ بھی خواہش ہے کہ اس کی آنے والی نسل بھی جدید دور کے ساتھ چل سکے تو ٹیکنالوجی سے واقفیت کی اشد ضرورت ہے۔ والدین صرف تعلیم کے زیور سے ہی آراستہ نہیں کرتے بلکہ پہلے تربیت کرتے ہیں اور اس کے بعد تعلیم کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ بچوں کی پہلی درسگاہ گھر اس لیے کہا گیا ہے کہ بچے وہاں سے تربیت حاصل کر کے نکلتے ہیں جبکہ تعلیم کا عمل گھر کی نسبت تعلیمی ادارے اور معاشرہ زیادہ دیتے ہیں۔ والدین اور اساتذہ وہ بنیادی عنصر ہیں جو بچوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ باقاعدہ تربیت پر بھی توجہ دیتے ہیں۔ تربیت کے لیے کوئی حدود اور نصاب نہیں۔ تعلیم و تربیت کی اہمیت کی وضاحت کرتے ہوئے محمد حنیف جالندھری لکھتے ہیں:

> تربیت تعلیم سے زیادہ ضروری ہے۔ خصوصاً بچوں کے لیے تعلیم تو مقرر کردہ نصاب کے تحت دی جاتی ہے اور اس کی حدود بھی متعین ہوتی ہیں لیکن تربیت کا نہ تو کوئی نصاب ہے اور نہ حدود جن کا تعین کیا جا سکے۔ یہ صرف معلم کے حسن سلیقہ، سلامتی، ذوق اور اہتمام و توجہ پر موقوف ہے۔ اجمالاً اور اصولاً اتنا کہا جا سکتا ہے کہ بچوں کے گفتار و کردار، نشست و برخاست، لباس، اسلامی و معاشرتی تہذیب، شکل و صورت، وضع قطع اور نقل و حرکت میں مشرقی تہذیب کا رنگ اس قدر غالب اور نمایاں ہونا چاہیے کہ دیکھنے والا پہلی نظر میں دیکھے اور پہچان لے کہ یہ مسلمان اور مہذب بچے ہیں۔[12]

اگر بچے اچھی تربیت حاصل کریں گے تو ہی وہ ٹیکنالوجی کا استعمال بہتر کر سکیں گے کیونکہ والدین بچوں کو گھر میں ابتداء عمر ہی سے جب انہیں کچھ باتوں اور کاموں کی سمجھ آنی شروع ہوتی ہے تو موبائل فون پر پڑھائی سے متعلق ویڈیوز لگا کر دیتے ہیں۔ اُن ویڈیوز کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ بچے کی سیکھنے کی صلاحت بڑھتی ہے۔ اگر والدین بچوں کو فوائد و نقصانات سے آگاہ کیے بغیر استعمال کی اجازت دیں گے تو بچے فائدے کی نسبت نقصان کی طرف جائیں گے۔ اساتذہ بچوں کو ٹیکنالوجی کی مدد سے دور بیٹھ کر تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ کرتے ہیں اور یہ سب کچھ والدین کی موجودگی میں ہوتا ہے۔

تعلیمی اداروں میں اساتذہ اور گھر میں والدین بچوں کو عملی طور پر ٹیکنالوجی سے متعارف کروانے میں لگے ہوئے ہیں۔ اساتذہ تعلیمی اداروں میں بچوں کو کمپیوٹر کے استعمال اور اُن ایپس کے استعمال کا طریقہ کار سکھاتے ہیں جن کا استعمال وہ ہر دن کرتے ہیں اور ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اگر دینی تعلیم اور تربیت کی مناسبت سے دیکھا جائے تو ایسی ایپس کا وجود ہوا ہے جو بچوں کو دینی اور دنیاوی معلومات فراہم کرتی ہیں۔ تعلیمی اداروں میں جو کانفرنسز یا تربیتی کورس ہوتے ہیں ان سے فائدہ اٹھانے کے لیے اساتذہ بچوں کو ٹیکنالوجی کی مدد سے جوڑ کر نئی جہتوں سے مستفید کرتے ہیں۔ ان میں گوگل میٹ، زوم اور مائیکروسافٹ ٹیم ایپس ہیں جو بچوں کو دوسرے ممالک یا دور دراز کے علاقوں میں ہونے والی تعلیمی اور تربیتی سرگرمیوں میں شامل کرتی ہیں۔ بچے اُن ایپس کی مدد سے جسمانی طور پر پروگرامز میں شامل نہیں ہو سکتے لیکن عملی طور پر وہاں ہونے والی ہر سرگرمی کو دیکھتے اور سنتے ہیں جس کی مدد سے ان کے علم میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ نئی معلومات کو حاصل کرتے ہیں۔

والدین اور تعلیمی اداروں کے ساتھ ساتھ بچوں کی اسلامی تربیت کے لیے چند ایپس بھی ہیں جو قرآن و حدیث اور سنت نبوی ﷺ سے متعلق دلچسپی رکھنے والے افراد کو موبائل اور کمپیوٹر پر بآسانی دستیاب ہیں اور ان کی بہترین راہنمائی کرتی ہیں۔ ان ایپس میں القرآن ایپ، اسلام 360 اور قرآن حکیم ایپس شامل ہیں۔ اس کے علاوہ قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے ہر طرح کی قدیم و جدید تفاسیر گوگل پلے سٹور اور

ویب سائٹس پر موجود ہیں جنہیں آسانی سے ڈاؤنلوڈ کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح حدیث اور سیرت النبی ﷺ پر لکھی گئی بنیادی کتابیں ایپس کی صورت میں بھی ہیں جنہیں انسٹال کر کے پڑھ لیا جائے اور ویب سائٹس پر کتابی شکل میں بھی ہیں جنہیں پی ڈی ایف میں ڈاؤن لوڈ کر کے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

7۔ اخلاقیات اور ٹیکنالوجی:

موجودہ دور میں سوشل میڈیا کی وجہ سے بچے جدیدیت میں اس قدر آگے نکل گئے ہیں کہ دین اسلام اور اسلامی نظریات و افکار سے واقفیت ہی نہیں رکھتے۔ بچوں کی تعلیم و تربیت میں مذہب کا شعور اور اس کی غرض و غایت سے واقفیت دینا اساتذہ اور والدین کے ذمے ہے۔ اس ضمن میں اساتذہ اداروں میں مہیا کردہ ماحول کی مطابقت سے بچوں کو منتخب کردہ اسلامی تعلیمات باہم پہنچاتے ہیں لیکن سب سے زیادہ اس معاملہ میں ذمہ داری والدین کی ہے۔ ٹیکنالوجی کی وجہ سے بہت زیادہ ایسی ایپس ہیں جنہیں بچے بکثرت استعمال کرتے ہیں اور ان کی مقبولیت بڑوں کی نسبت بچوں میں زیادہ ہے۔ بچے ان ایپس پر جو ویڈیوز دیکھتے ہیں اُن ویڈیوز میں بچوں کی تربیت کو منفی انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ وہ اپنے بڑوں کے ساتھ بدتمیزی کر رہے ہوتے ہیں، جھوٹ بول رہے ہوتے ہیں اور ایسی غیر اخلاقی حرکتیں کرتے ہیں جو اسلامی معاشرے کے شایانِ شان نہیں ہوتی۔ بچے جب وہ سب کچھ دیکھتے ہیں تو عام حالات میں گھر اور افرادِ معاشرہ کے ساتھ بھی وہی عمل دہراتے ہیں جو کہ اخلاقیات کے خلاف ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے موجودہ دور میں مذہب کی ضرورت اور اخلاق کے حوالہ سے محمد فہیم مصطفائی بیان کرتے ہیں:

> مذہب اسلام ہماری زندگی کا بہت پرانا معاشرتی ادارہ ہے۔ مذہب اسلام نے بھی اخلاق کی تعلیم کو مرکزی اہمیت دی ہے صحیح مذہبی تعلیم کا مقصد بھی اعلیٰ اخلاق کو اجاگر کرنا ہے۔[13]

کسی بھی فرد کی زندگی صرف اس کے ظاہری قول و فعل پر نہیں بلکہ اس کے باطن کے بھی صاف ہونے پر منحصر ہوتی ہے۔ ٹیکنالوجی نے انسانی رویوں کو بہت حد تک متاثر کیا ہے جس کی وجہ سے اخلاق اور اخلاقی روایات ختم ہونا شروع ہوگئی ہیں۔ زمانہ قدیم میں معلومات کی فراہمی کا عمل بہت سست ہوتا تھا لیکن جدید دور میں ٹیکنالوجی کے عمل نے اسے تیز ترین بنادیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس تیز عمل نے انسانی رویوں کو بھی تیز کر دیا ہے اور اس بات کا کچھ پتا نہیں ہوتا کہ انسان کا کب اور کس وقت رویہ کیسا ہوگا۔ انہی رویوں کو ٹیکنالوجی کے ساتھ بہتر بنانے کے لیے اساتذہ تعلیمی اداروں میں بیٹھ کر اور معاشرے میں پھیل کر بہتر بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

مختلف اداروں کے اساتذہ اور مفکرین اپنی آراء کو باقاعدہ عملی صورت اور کتابی شکل میں والدین کی اصلاح کو بنیاد بناتے ہوئے بچوں کے اخلاقی رویوں کی تشکیل کرتے ہیں۔ والدین گھر میں اخلاقیات کو برقرار رکھیں تو ہی بچوں کی اخلاقی تربیت بہتر انداز سے ہوگی۔ اگر والدین گھر میں جھوٹ بولیں گے، مار پیٹ، گالم گلوچ اور ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے والے رویے رکھیں گے تو اُس صورت میں بچوں کی اخلاقی تربیت بُرائی کے رستے پہ ہوگی۔ اُن میں رزائل اخلاق پروان چڑھیں گے اور اچھے اخلاق ختم ہوں گے۔ اسی لیے اساتذہ پہلے والدین کی صورت حال کو مدِ نظر رکھ کر بچوں کی اداروں میں تربیت کریں گے۔ والدین کی اخلاقیات کے حوالہ سے محمد منیر قمر لکھتے ہیں:

> عموماً یہ دیکھا جاتا ہے کہ باپ خود اپنے طرزِ عمل سے بچوں کو جھوٹ کی تعلیم دیتا ہے۔ اگر کسی شخص نے اس سے ملنا ہو اور وہ گھر پر آجائے تو بچوں سے کہلواتا ہے کہ اباجان گھر پر نہیں ہیں۔ یہ معصوم سمجھتے ہیں کہ ایسا کہنا بھی کوئی اچھا فن ہے۔ اسی وجہ سے وہ اس فن کا مظاہرہ اپنے گھر میں والدین اور دوسروں کے ساتھ بھی کرتے ہیں۔ اسی طرح مائیں بھی اپنے بچوں کو ترغیب دینے کے لیے کئی طرح کے جھوٹ بولتی ہیں۔[14]

والدین کے انہی رویوں کی وجہ سے اساتذہ سب سے پہلے والدین کی تربیت کی طرف توجہ مبذول کرواتے ہیں تاکہ والدین سیدھے رستے پہ آئیں تو اس کے بعد ہی بچے اچھے اخلاق اپنائیں گے۔ بچوں کو سدھارنے کے لیے صرف اساتذہ کا کردار ہی اہم نہیں بلکہ والدین کو بھی اس عمل میں اساتذہ کا ساتھ دینا پڑتا ہے۔ اس کے بعد بچوں میں اچھائی اور بُرائی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ بُرائی کو چھوڑ کر اچھائی کی طرف آئیں گے۔ والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ بچوں کو جھوٹ اور دھوکہ دہی سے دور رکھیں۔

خلاصہ بحث:

دینی و عصری ادارے اپنی اپنی سطح پر نصاب اور تدریسی طریقۂ کار میں ٹیکنالوجی کو شامل کر کے نئی نسل کو وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اساتذہ تعلیمی اداروں میں رہ کر تعلیم کے ساتھ ساتھ مختصر وقت میں بچوں کی تربیت پر بھی توجہ دیتے ہیں۔ جہاں اساتذہ دیکھتے ہیں کہ بچے غیر اخلاقی سرگرمیوں میں ملوث ہوں تو اُن کی اصلاح کرتے ہیں۔ بچوں کی پرورش میں اساتذہ والدین کی طرح اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ گھر میں والدین اور تعلیمی اداروں میں اساتذہ بچوں کی بھلائی کے لیے اقدامات کرتے ہیں۔ جس طرح والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ بچے معاشرے میں باعزت شہری کے طور پر جانے جائیں اسی طرح اساتذہ بھی معاشرے کی فلاح کے لیے اچھے اور با اخلاق افراد مہیا کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ بچوں اور نوجوانوں کو خیر و شر میں تمیز سکھائی جائے اور ان کی تربیت قرآن و سنت کی روشنی میں کی جائے تاکہ وہ ٹیکنالوجی کو مثبت اور تعمیری مقاصد کے لیے استعمال کریں۔ اساتذہ موجودہ دور میں یہ کوشش کر رہے ہیں کہ وہ معاشرے کو ٹیکنالوجی میں ماہر افراد کے ساتھ دینی و دنیاوی حساب سے باعزت نوجوان معاشرے کا حصہ بنائیں تاکہ وہ ملک و ملت کا نام روشن کر سکیں۔ والدین، اساتذہ اور تعلیمی ادارے مل کر اگر صحیح رہنمائی فراہم کریں تو ٹیکنالوجی انسانیت کی بھلائی اور اسلامی اقدار کے فروغ کا مؤثر ذریعہ بن سکتی ہے۔

حوالہ جات:

1 سورۃ البقرہ02:33۔

2 سورہ ص38:29۔

3 ندوی، محمد شہاب الدین، مولانا، **اسلام اور جدید سائنس**،(لاہور: مکتبہ تعمیرِ انسانیت، 1993ء)، ص17۔

4 سورۃ الانعام06:125۔

5 سلفی، جمشید عالم عبد السلام، **معاشرے میں پھیلے فواحش ایک جائزہ**،(انڈیا: مکتبہ السلام، دسمبر2024ء)، ص215۔

6 ندوی، ابوالحسن علی، سید، **مدارس اسلامیہ: اہمیت وضرورت اور مقاصد**،(لکھنؤ: مکتبہ الشباب العلمیۃ الجدیدۃ، اگست2012ء)، ص128-129۔

7 علوی، خالد، پروفیسر، ڈاکٹر، **اسلام میں اولاد کے حقوق**،(اسلام آباد: دعوۃ اکیڈمی، 2001ء)، ص39۔

8 البخاری، محمد بن اسماعیل، امام ، **الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول الله ﷺ وسننه و أیامه**،(بیروت: دارالتاصیل 2012ء) ، كتاب الْأَدَبِ، باب: قَوْلِ الرَّجُلِ مَرْحَبًا، رقم الحدیث:6181۔

9 جاہ، خرم مراد، **احیائے اسلام اور معلم**،(لاہور: ادارہ تعلیمی تحقیق، دسمبر1985ء)، ص37۔

10 سورۃ المائدہ05:16۔

11 البخاری، محمد بن اسماعیل، امام ، **الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول الله ﷺ وسننه و أیامه**،(بیروت: دارالتاصیل 2012ء) ،كتاب الأدب، باب: قول الله تعالى: یاأیها الذین آمنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقین) وما ینهى عن الكذب ، رقم الحدیث:6098۔

12 جالندھری، محمد حنیف، مولانا، **مدارس کے لیے نظامِ تعلیم وتربیت**،(ملتان: شعبہ نشر واشاعت وفاق المدارس العربیۃ، 2023ء)، ص175۔

13 مصطفائی، محمد فہیم، مفتی، **بچوں کی تعلیم وتربیت**،(گوجرانوالہ: مکتبہ النعمان، نومبر2010ء)، ص43۔

14 قمر، محمد منیر، **تربیتِ اولاد**،(بنگلور انڈیا: توحید پبلشرز، 2013ء)، ص132-133۔